بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضربِ خاتم

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعٰلمین پبلی کیشنز گلی نمبر 7 بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204-0303-7931327

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصر، گلیل، القدس، فلسطین، بابل اور فاران بھی مدنی
تیری خاطر بننا چاہیں دنیا کے سلطان بھی مدنی
حضرت عیسیٰ شرفِ زیارت حاصل کرنا چاہتے ہیں
آخر اک دن ہو جائیں گے رب کے وہ مہمان بھی مدنی
تیرے پیچھے جبرائیل بھی منزل منزل جاتے ہیں
تو مکی قرآن بھی مکی، تو مدنی قرآن بھی مدنی

(۱):۔اگر چہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔مگر خدا نے میری عاجزانہ دعا قبول کر لی ہے کہ میں اس سے مل سکوں (انجیل برنباس باب ۹۷: آیت ۱)۔ عیسیٰ میرے روضے پر آئیں گے مجھے سلام کہیں گے میں جواب دوں گا (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔عیسیٰ میرے ساتھ میرے روضے میں دفن ہوں گے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی خاتم الانبیاء و المرسلین

و علی الہ و اصحابہ اجمعین اما بعد

ختمِ نبوت پر قرآنی آیات

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا یعنی محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (احزاب: ۴۰)۔

حضرت زید بن حارث ﷛ کو نبی کریم ﷺ کا مُنہ بولا بیٹا سمجھ کر زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مُنہ بولا بیٹا بنانے سے منع فرما دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ یعنی اللہ نے تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے مُنہ کی باتیں ہیں۔ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ یعنی انہیں ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو (احزاب: ۴، ۵)۔

جب حضرت زید ﷛ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اس مسئلے کی وضاحت کیلئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح فرمائیں۔ اس نکاح کا ذکر زَوَّجْنٰکَهَا (احزاب: ۳۷) میں موجود ہے۔ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت ختمِ نبوت نازل ہوئی۔

اس آیت کے چار حصے ہیں۔ (۱)۔ محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں۔ (۲)۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (۳)۔ وہ آخری نبی ہیں۔ (۴)۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

پہلے حصے میں حضرت زید والے مسئلے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا نبی ہُوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کسی بیٹے

کو جوانی تک نہیں پہنچایا تا کہ آپ ﷺ کے بعد اجرائے نبوت کے وہم کی بھی نفی ہو جائے اور مُنہ بولے بیٹے سے بھی اجرائے نبوت کی غلط فہمی جنم نہ لے سکے۔ حدیث شریف میں یہاں تک وضاحت موجود ہے کہ حضرت ابنِ ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَوْ قُضِیَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیٌ عَاشَ اِبْنُہٗ وَلٰکِنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ یعنی اگر محمد کریم ﷺ کے بعد نبی آنا ہوتا تو آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۴)۔

لٰکِنْ کا لفظ سابقہ کلام سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کسی مرد کا باپ نہ ہونے سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ شاید آپ کسی کے روحانی باپ بھی نہیں ہیں۔ دوسرے حصّے میں لٰکن کے ذریعے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ کہہ کر روحانی باپ ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا جو آگران مسائل کی وضاحت کرے گا یا عملی نمونہ پیش کرے گا لہٰذا تیسرے حصّے میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔ گویا آخری نبی ہونے کے ناطے آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے کہ اُمت کی راہنمائی کے لیے زندگی کا کوئی گوشہ تشنۂ تعمیل نہ چھوڑا جائے اور ہر خدائی حکم پر عمل کر کے دکھا دیا جائے۔

چوتھے حصّے میں نکاح کے مذکورہ بالا مسئلے کی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ باخبر ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی وجہ سے عملی نمونہ پیش کرنا ضروری تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آخری نبی بنائے جانے کے لائق کون سی ہستی ہے۔ تقریباً یہ ساری بحث تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ پر بھی موجود ہے اور دوسرے بہت سے مفسرین نے بھی مختصراً یہی بات بیان فرمائی ہے۔

خاتَم (ت کے زبر کے ساتھ) اور خاتِم (ت کے زیر کے ساتھ) دونوں قرأتیں منقول ہیں (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)۔ قاعدہ یہ ہے کہ مختلف قرأتوں کی صورت میں مفہوم ایک ہی رہنا چاہیے۔ خاتَم (ت کی زبر کے ساتھ) کے کئی لغوی معنی ہیں۔ مثلاً آخری، مُہر، انگوٹھی، گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی وغیرہ۔ ان میں سے "آخری" والا معنی خاتِم (ت کی زیر کے ساتھ) سے مطابقت

رکھتا ہے۔گویا دوسری قرأت نے خاتم کا معنی باندھ کر دکھادیا اور فضول ہیرا پھیری کے تمام راستے بند کر دیے۔

ختمِ نبوت پر مزید قرآنی آیات

نبی کریم ﷺ کی رسالت پوری کائنات کیلئے ہے۔کوئی علاقہ اور کوئی قوم رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی پہنچ سے باہر نہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کہ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں(الاعراف:۱۵۸)۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ علم و ہنر اور رشد و ہدایت کا کوئی گوشہ اس معلمِ کتاب و حکمت ﷺ کے فیض سے محروم نہیں۔سیاست و معیشت،اخلاق و معاشرت،سائنس و طب تعلیم و اصلاح وغیرہ کے تمام پہلوؤں میں آپ ﷺ نے مکمل راہنمائی فراہم کر دی ہے۔

آپ ﷺ کے تشریف لانے کے ساتھ ہی کاغذ کی ایجاد،ڈاک سسٹم کی ترویج اور آہستہ آہستہ مواصلاتی نظام کی بے پناہ ترقی سے پوری دُنیا باہم مربوط ہو چکی ہے۔جس سے ایک ہی پیغام کو عالمی سطح پر مشتہر کرنا بالکل آسان ہو چکا ہے۔عالمگیر نبوت کا پیغام عالمی سطح تک پھیلانے کا یہ خُدائی بندوبست ہے۔سائنس کی یہ ترقی ختمِ نبوت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رکھتی ہے۔پھر بھی جدید پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآن و سنّت کی روشنی میں اجتہاد و استنباط کا مکمل سسٹم جاری کر دیا گیا ہے۔اس منصوبے کی قیامت تک کے لیے حتمی حیثیت کے پیشِ نظر اللہ کریم نے اعلان فرمادیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا(المائدہ :۳)یعنی آج میں نے تمہاری خاطر تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا۔

گویا اجتہاد کا قیامت تک کیلئے جاری ہو جانا بھی ختمِ نبوت کی بڑی واضح دلیل ہے۔اسکے علاوہ کفار کے خلاف حتمی کارروائی کے طور پر جہاد کا حکم بھی ختمِ نبوت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے بعد کسی دوسری آسمانی تعلیم کا ذکر نہیں کیا گیا،بلکہ اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔فرمایا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ

أَنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (البقرۃ: ۴) یعنی متقی وہ ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہونے والے اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے اور خود آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد میں نازل ہونے والے آسمانی احکام کی بجائے فرمایا وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ یعنی وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیجیے آخرت اور یوم آخرت کے الفاظ قیامت کے معنی میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اب قیامت تک کے لیے نبوت اور وحیِ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

ختمِ نبوت پر احادیث

یہ گزارش اچھی طرح یاد رکھیے کہ قرآن کے معانی و مفاہیم نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ ہر زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوا کرتے ہیں۔ عربی زبان میں یہ احتمال اور بھی زیادہ موجود ہے۔ خصوصاً قرآن میں تو زبردست احتمالات ہُوا کرتے ہیں۔ مثلاً: صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ کے لفظی معنی بالترتیب رحمت، پاکیزگی، رُکنا اور غلبہ ہیں۔ اب یہ الفاظ بول کر اللہ تعالیٰ نے کیا کہنا چاہا ہے؟ اس بات کا فیصلہ لُغت (Dictionary) نہیں دے سکتی۔ یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے مُعلّم ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (النحل: ۴۴) یعنی ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

یہ ایمان اور نصیب کا ایسا موڑ ہے کہ اگر سوچ کا سٹیئرنگ حدیث کو چھوڑ کر صرف لُغت کی طرف مڑ گیا تو وہ زمانہ در زمانہ اور علاقہ در علاقہ بدلتی رہنے والی لُغت کے سنگلاخ جنگلوں میں بھٹک گیا اور اگر کسی کی سوچ کا رُخ حدیثِ رسول ﷺ کی طرف ہو گیا تو اُسے ایک فیصلہ کن چیز (یعنی حکمت) ہاتھ آ گئی اور وہ قرآن کے حقیقی معنیٰ اور منشائے خداوندی سے آگاہ ہو گیا۔ اس اِنتباہ کے

بعد مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ کیجیے:

{حدیث نمبر 1}۔ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا ذَا تَأْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْا حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۱، مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰، المستدرک صفحہ ۶)۔

ترجمہ:۔ بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی بیعت نبھاؤ بس پہلے کی بیعت نبھاؤ۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔

اس حدیث میں ختم نبوت کی وضاحت چار طرح سے کردی گئی ہے۔

(ا) بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ فرمائے گئے۔ اس سے ظل اور بروز وغیرہ کی جڑ کٹ گئی۔

(ب) کثرت سے خلفاء کا ہونا بھی اس بات کو واضح کررہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آچکے ہوتے۔

(ج) ''پہلے خلیفہ کی بیعت نبھانے'' کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

(د) ''تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا''۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

{حدیث نمبر 2}۔ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸، ترمذی جلد

۲ صفحہ ۲۲۴، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین وجمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آ کر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

{حدیث نمبر 3}۔ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷)۔

ترجمہ:۔ میری اُمت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے، ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

{حدیث نمبر 4}۔ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَ النُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِی وَ لَا نَبِیَّ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۲، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

{حدیث نمبر 5}۔ بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۶، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں (یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں)۔

{حدیث نمبر 6}۔ اَنَا الْعَاقِبُ وَ اَلْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

{حدیث نمبر 7}۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

(بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳، المستدر صفحہ ۲۹)۔

ترجمہ:۔اے علی! کیا آپ خوش نہیں کہ آپ میرے وہی کچھ لگتے ہیں جو موسیٰ کے ہارون لگتے تھے۔فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

{حدیث نمبر 8}۔لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۸، المستدر صفحہ ۲۸)۔

ترجمہ:۔اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مثالیں دے دے کر اور الفاظ پھیر پھیر کر ختم نبوت کی وضاحت کی حد کر دی ہے۔آپ ان احادیث کا دوبارہ مطالعہ کر لیجیے۔آخر اس سے بڑھ کر کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا، جس سے منکرینِ ختم نبوت کی تشفی ہوتی؟ نبی کریم ﷺ نے کہیں فرمایا "پے در پے انبیاء کی بجائے اب خلفاء ہوں گے"۔کہیں فرمایا: "انبیاء کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں" کہیں فرمایا "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کہیں فرمایا "نبوت ختم ہوگئی"۔کہیں فرمایا "میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں" کہیں فرمایا "میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک نبی بھی نہ ہو" کہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ماتحت اور ظلی و بروزی نبوت کی نفی کر دی۔کہیں یہاں تک وضاحت کر دی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ان تمام احادیث میں لفظ "خاتم" کی ایسی زبردست وضاحت کر دی گئی ہے کہ ایک بد دماغ شخص کا دماغ بھی ٹھکانے پر آجائے۔اس سے پہلے آپ خاتم کی دو قرأتوں کی بحث بھی پڑھ چکے ہیں۔

دنیا بھر کے مفسرین نے اس آیت کے تحت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا ہے اور اس مسئلے پر پوری اُمت کا اجماع اور اتفاق چلا آ رہا ہے۔ہمارے عقائد کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ ثَبَتَ اَنَّہٗ آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ یعنی ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۳۸)۔خاتم النبیین کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی حَمْلِ ھٰذَا الْکَلَامِ عَلٰی ظَاھِرِہٖ وَاَنَّ مَفْھُوْمَہُ الْمُرَادُ بِہٖ دُوْنَ تَاوِیْلٍ وَلَا تَخْصِیْصٍ یعنی پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ اپنے ظاہر

پر محمول ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)۔ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ پوری اُمت کی کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ لکھتے ہیں کہ دَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَاﷺ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور اس پر پوری اُمت کا اجماع واتفاق ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۴)۔

جس قوم کے پاس ختم نبوت پر دلائل کا اس قدر ذخیرہ موجود ہو وہ یقیناً اس عقیدے کو اختیار کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور وہ اس موضوع پر اللہ کی بارگاہ میں سُرخرو ہے۔

مرزا قادیانی کا اپنا بیان:۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں'' (آسمانی فیصلہ: صفحہ ۳)۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانا اور قیامت کی نشانی کے طور پر آسمان سے نازل ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے تمام مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں۔ مدارک، خازن، بیضاوی ،تفسیرات احمدیہ اور مظہری وغیرہ میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً تفسیر مدارک کے الفاظ یہ ہیں: لَایُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَعِیْسٰی مِمَّنْ نُبِّیءَ قَبْلَهٗ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے الفاظ یہ ہیں: وَلَا یَقْدَحُ فِیْهِ نُزُوْلُ عِیْسٰی بَعْدَهٗ لِاَنَّهٗ اِذَا نَزَلَ کَانَ عَلٰی دِیْنِهٖ، مَعَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَنَّهٗ آخِرُ مَنْ نُبِّیَ یعنی نزولِ عیسیٰ ختم نبوت کے خلاف نہیں اسلئے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کریں گے، اسکے علاوہ آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے ہیں (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)۔

تفسیر مظہری کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کی شریعت پر چلیں گے۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ انکو نبی کریم ﷺ سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانی خبروں کا سلسلہ نبی کریم ﷺ پر ختم کر

دیا ہے۔لیکن کسی سابق نبی کا باقی رہنا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے (مظہری جلد ۷ صفحہ ۳۵۱)۔

ہاں البتہ جس طرح مرزا قادیانی کی ایک نئی شخصیت نے کھڑے ہو کر نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کر دیا ہے، یہ ضرور ختم نبوت کے تمام اعلانات کے منافی ہے۔اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی کے طور پر جسم سمیت واپس آنے کا ختم نبوت کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اس آیت سے ثابت ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النسآء:۱۵۷۔۱۵۹)۔

ترجمہ:۔اسے یہودیوں نے یقیناً قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔تمام اہلِ کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

یہاں قادیانی ایک سوال اٹھایا کرتے ہیں کہ اس آیت میں آسمان کا لفظ کہیں موجود نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا" سے مراد آسمان پر اٹھانا ہی ہے۔ویسے تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔لیکن اسکی سلطنت کا ظہورِ کامل آسمانوں میں ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود کا آسمانوں میں ہونا بیان فرماتا ہے (تفسیر جامع البیان میں ہے: لِاَنَّ السَّمَآءَ مَحَلُّ ظُهُوْرِ سُلْطَانِهٖ: صفحہ ۵۲)۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے لیے آسمان پر لے جایا گیا، ورنہ اللہ تعالیٰ تو زمین پر بھی موجود تھا۔قرآن پڑھیے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ (ملک:۱۶)۔اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین نے اس طرح کیا ہے:

کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آ گئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں ذلیل کرے (ترجمہ مرزا بشیر الدین)۔

یہاں مرزا بشیر الدین نے اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر آسمان میں رہنے والی ہستی قرار دیا ہے۔اس سے اگلی آیت میں بھی ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ کے الفاظ موجود ہیں۔اور مرزا بشیر

الدین نے وہاں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہی ہے کہ جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو اور جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳)۔

مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ کے یہ معنی ہیں کہ جب عیسیٰ فوت ہوئے تو ان کی روح آسمان پر اٹھائی گئی (ازالہٗ اوہام صفحہ ۲۲)۔

اب بتایئے کہ مرزا قادیانی نے آسمان کا لفظ کہاں سے نکالا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر کیسے پہنچا دیا۔ جو آپ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔

صحیح اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت اس قسم کی ہیرا پھیری کی بجائے نبی کریم ﷺ کی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو خالص اسی موضوع پر وارد ہوئی ہیں۔

اس آیت کی تشریح احادیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

(۱)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنَّ عِیسیٰ لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ یعنی عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ قیامت سے پہلے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں (درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۶)۔

(۲)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کے چشمے پر نہا کر گھر سے نکلے۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ باہر بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری جگہ قتل کیا جائے اور درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ اس پر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور خود کو اس کام کے لیے پیش کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہی وہ شخص ہے۔ اس کے فوراً بعد اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس حواری کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے

اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے(تفسیر ابنِ کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)۔

(۳)۔''اللہ کی قسم تم میں عیسیٰ ابنِ مریم ضرور نازل ہوگا۔حکومت کرے گا،عدل کرے گا،صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا(یعنی صلیب پرستی اور خنزیر خوری ختم ہو جائے گی)جنگ بند کرے گا(یعنی امنِ عامہ کی وجہ سے جنگ کی ضرورت ہی نہ رہے گی)،دولت اس قدر بہائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔نوبت یہاں تک آ جائے گی کہ لوگ ایک سجدہ کرنا دُنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر سمجھیں گے''۔پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا کہ تمام اہلِ کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا(بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۰،مسلم جلد ا صفحہ ۸۷،ترمذی جلد ا صفحہ ۴۶،ابنِ ماجہ صفحہ ۲۹۹۔واللفظ للبخاری،المستدر صفحہ ۷۵)۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابنِ مریم کو بھیجے گا۔وہ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نازل ہوگا۔اس نے دو زرد چادریں اوڑھی ہوں گی۔دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے۔جب اپنے سر کو جھکائے گا تو اس میں سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائے گا تو جواہرات جیسے موتی گریں گے۔اس کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ مر جائے گا۔وہ دجّال کو لُد کے دروازے کے پاس پکڑ کر قتل کر دے گا(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱۔۴۰۳،ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۷،ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۷،ابن ماجہ صفحہ ۲۹۷)۔واضح رہے کہ لُد آجکل اسرائیل کی ایک ائرپورٹ کا نام ہے۔

(۴)۔ يَنْزِلُ اَخِیْ اِبْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ یعنی میرا بھائی ابنِ مریم آسمان سے نازل ہو گا(کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸،مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۳۴۹،المستدر صفحہ ۷۵)۔

(۵)۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں حضرت سعد بن ابی وقاص قادسیہ کے حاکم تھے۔انہوں نے حضرت نضلہ بن معاویہ انصاری کو تین سو سوار دے کر حلوان عراق کی طرف مالِ غنیمت لوٹنے کیلئے بھیجا۔وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں عصر کی نماز کیلئے اذان دی۔جب وہ اذان کہنے لگے تو اچانک حلوان کے پہاڑوں میں سے اذان کا جواب سنائی دینے لگا۔جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو

سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، تو جو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے آ کر اپنی صورت دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ اور عمر ابنِ خطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ اس پر ایک شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہوا۔ اسکے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اس نے اون کے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے سامنے آ کر سلام کہا اور لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام زریت بن برتملا ہے۔ میں اللہ کے نیک بندے عیسیٰ ابنِ مریم کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لیے آسمان سے نازل ہونے کے وقت تک زندہ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔ میری طرف سے عمر کو سلام کہنا اور اسے میری طرف سے بتا دینا کہ قیامت قریب ہے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور لوگ اسے نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور انہوں نے حضرت فاروقِ اعظم کی طرف لکھا۔ حضرت فاروقِ اعظم نے اس کے جواب میں حضرت سعد کو لکھا کہ آپ بھی مہاجرین وانصار کی ایک جماعت لے کر اس پہاڑ پر جائیں اور اگر زریت بن برتملا سے ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے انہیں سلام کہیں۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مہاجرین وانصار کو لے کر اس پہاڑ پر گئے اور چالیس دن تک ہر نماز کے لیے اذان پڑھتے رہے مگر انہیں کوئی جواب یا آواز سنائی نہ دی (فتوحاتِ مکیہ جلد ۱، ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۷۔۱۷۸)۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ اپنے کشف کے ذریعے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ردِّ عیسائیت اور حیاتِ مسیح علیہ السلام

عیسائیوں نے جب کبھی اسلامی تعلیمات پر کوئی اعتراض کیا تو اہلِ اسلام نے ہمیشہ اس کا مُنہ توڑ جواب دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے سامنے کسی عیسائی نے یہ سوال رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر موجود ہیں جبکہ آپ کے نبی زمین میں دفن ہیں۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے نبی سے افضل ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا اگر اس طرح اوپر جانے سے افضلیت ثابت ہوتی ہو تو پھر پانی کا بلبلا موتیوں سے افضل ہونا چاہیے۔ کیونکہ بلبلا پانی کے اوپر رہتا ہے جبکہ موتی پانی کی تہ میں بیٹھا ہوتا ہے۔ عیسائی نے یہ سوال ایک شعر کی صورت میں کیا تھا۔ اور شاہ صاحب نے اس کا جواب بھی شعر میں ہی دیا تھا۔ دونوں شعر ملاحظہ کیجیے:

{سوال} کسے بگفت کہ عیسیٰ زِ مصطفی اعلیٰ است
کہ ایں بزیرِ زمیں دفن و آں باوجِ سما است
{جواب} بگفتمت کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سرِ آب و گوہر تہِ دریا است

مرزا قادیانی کو بھی شروع شروع میں عیسائیت کے رد کا بہت شوق تھا۔لیکن ایسے کاموں کیلئے لیاقت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔مرزا قادیانی سے جب عیسائیوں کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب نہ بن سکے تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ وقت کے علماء اور مشائخ کی طرف رجوع کرتے اوران سے رہنمائی لیتے۔لیکن مرزا قادیانی نے اس کے برعکس یہ ترکیب نکالی کہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کا سرے سے انکار ہی کر دیا جائے۔نہ بجے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔چنانچہ وہ خود اپنی کتاب کشتیٔ نوح میں یوں لکھتے ہیں خوب یادرکھو کہ بجز موتِ مسیح، صلیبی عقیدہ (عیسائیت) پر موت نہیں آسکتی (کشتیٔ نوح صفحہ ۲۵)۔

لیکن مرزا قادیانی ان حقائق کو بھول گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے(سورۂ مریم وغیرہ)اور اللہ نے انکا نام روح اللہ اور کلمۃ اللہ رکھا ہے(آلِ عمران)۔وہ اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ اصلی پرندہ بن جاتا تھا۔وہ بیماروں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے(آلِ عمران)۔کیا یہ سب باتیں عیسائیت کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو تقویت نہیں دے رہیں؟ کیا آپ ان تمام حقائق کا انکار محض اس لیے کر دیں گے کہ ان سے عیسائیت کو تقویت مل رہی ہے؟ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کے حوالے سے پوری پوری سورتیں موجود ہیں (آلِ عمران، مائدہ اور مریم)۔کیا ان سب کو بھی عیسائی دشمنی میں آکر قرآن سے نکال باہر کریں گے؟

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے وفاتِ مسیح کا شوشا چھوڑ کر عیسائیوں کو مطمئن کر دیا ہے؟ کیا واقعی صلیبی عقیدے پر موت طاری کر دی گئی ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی عیسائی لوگ قادیانیت کو قبول کرنے کی بجائے دھڑا دھڑ اسلام کو قبول کرتے جارہے ہیں۔اور مسلمانوں کا حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اس کام میں رکاوٹ نہیں ڈال رہا۔بلکہ زبردست مددگار ثابت ہو رہا

ہے۔ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت وآبرو موجود ہے تو ان کا دل اسلام کے لیے خود بخود نرم ہو جاتا ہے ۔اور خدا گواہ ہے کہ ہم یہ بات محض ہوائی اور بے بنیاد نہیں کر رہے بلکہ ہم نے خود عیسائیوں سے گفتگو کی ہے اور اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر یہ بات عرض کر رہے ہیں۔

آج تک عیسائیوں نے حیاتِ مسیح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ شوشا محض قادیانیوں نے خود چھوڑ رکھا ہے اور عیسائیوں کی مخالفت کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں۔ کسی عیسائی نے جو شعر فارسی زبان میں کہا تھا، قادیانی وہی بات اردو کے اس شعر میں کہتے ہیں:

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر　　　مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

اس شعر کے لکھنے والوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ اس شعر سے عیسائیت کی تردید کر رہے ہیں یا تائید؟۔ قادیانیوں کے اس عیسائی نما شعر کا ہم یوں جواب دیتے ہیں:

افضل ہے آسماں سے وہ سرزمین طیبہ　　　مدفون ہے جہاں پر شاہِ جہاں ہمارا

یہ شعر بھی میں نے پوری ذمہ داری سے لکھا ہے۔ اس امر پر پوری امت کا اجماع ہے کہ آج جس جگہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ کا جسم اطہر چھو رہا ہے وہ جگہ عرشِ عظیم سے بھی افضل ہے۔ کاش مرزا قادیانی عیسائیت کی تردید کے لیے گھر سے نکلنے سے پہلے وسیع مطالعہ اور مکمل تیاری کر لیتے۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی موت واقع ہو گئی۔ یہ پورا واقعہ انجیل میں درج ہے۔ دوسری طرف یہودی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے دعویدار ہیں۔

یہاں قادیانی بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے ہم نوا ہیں۔ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکایا گیا مگر ہوا یہ کہ ان کی موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ مردے کی طرح ہو گئے۔ بعد میں جب ہوش میں آچکے تو چپکے سے کشمیر کی طرف بھاگ آئے۔ یہاں سری نگر میں ان کی وفات ہوئی اور وہ سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہیں۔ قادیانیوں نے یہ سارا ڈھکوسلا عیسائیوں کی کتب اور آثارِ قدیمہ سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے برعکس قرآن کہتا ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء: ۱۵۷) یعنی یہود نے عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی پھانسی دیا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں قرآن نے قتل اور پھانسی دونوں کی نفی کی ہے۔قتل کی واردات میں موت کا واقع ہوجانا ضروری ہوتا ہے جب کہ پھانسی کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔آج کل کے ہوشیار وکیلوں نے جب پھانسی (hang) کے لفظ میں پائی جانے والی اس گنجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرموں کو تختۂ دار سے زندہ نیچے اتروانا شروع کردیا تو قانون دانوں کو مجبوراً صرف پھانسی کی بجائے موت تک پھانسی (hang till death) کے الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ پھانسی میں موت کا مفہوم شامل نہ تھا۔اسی وجہ سے قرآن نے بھی قتل کا لفظ الگ اور پھانسی کا لفظ الگ استعمال کیا ہے۔یہاں سے صلیب پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔جب حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے قریب بھی نہیں گئے تو تم کس غلط فہمی میں صلیب کی پوجا کرتے ہو؟اسی عقیدۂ مصلوبیت نے صلیب پرستی کو بنیاد فراہم کی تھی اور قادیانیوں نے صلیب توڑنے کی بجائے صلیب پرستی میں عیسائیوں کا ہاتھ بٹایا۔آج اگر کوئی شخص صلیب کو توڑ کر دکھانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآنی الفاظ مَاصَلَبُوْہُ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق صلیب پر چڑھنے کی نفی کرے تاکہ صلیب کو متبرک سمجھ کر اسکی پوجا کرنے کی بنیاد ختم ہو جائے اور صلیب پرستی کا صفایا ہوجائے۔

چلئے سب کچھ چھوڑیے۔آپ عیسائیوں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں؟ ذرا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ملاحظہ کرلیجیے۔جس میں وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی خواہش فرمارہے ہیں۔آپ کا ردِ عیسائیت کا شوق بھی پورا ہوجائے گا اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بھی درست معلوم ہونے لگے گا۔انصاف شرط ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

انجیل برنباس کے الفاظ پڑھیے:

UNWORTHY THOUGH I AM TO UNTIE HIS HOSEN I HAVE RECEIVED GRACE AND MERCY FROM GOD TO SEE HIM

(BARNABAS:97-1)

ترجمہ:۔اگرچہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں، میں نے اللہ سے اس بات

کی عاجزانہ دُعا کی جو اس نے قبول کر لی کہ میں اس سے مل سکوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے (مسلم جلد ا صفحہ ۸۷)۔

وہ حج یا عمرہ کریں گے اور مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تک سفر کریں گے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)۔ مستدرکِ حاکم میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ لَيَهْبِطَنَّ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَماً عَدْلاً وَ اِمَاماً مُقْسِطاً وَ لَيَسْلُكَنَّ فَجّاً حَاجّاً اَوْ مُعْتَمِراً اَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَ لَيَأْتِيَنَّ قَبْرِىْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَىَّ وَ لَأَرُدَنَّ عَلَيْهِ یعنی عیسیٰ ابنِ مریم ضرور بر ضرور نیچے اترے گا، حکومت کرے گا، عدل کرے گا، اور منصفانہ امامت کرے گا، اور حج یا عمرہ کے لیے ضرور سفر کرے گا، اور ضرور بر ضرور میری قبر پر آئے گا حتیٰ کہ مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور بر ضرور جواب دوں گا۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی جب تم حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو دیکھو تو عرض کرنا کہ ابوہریرہ آپ کو سلام پیش کرتا تھا۔ حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۹۷، المستند صفحہ ۷۶)۔

واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے زندگی بھر نہ حج کیا اور نہ عمرہ۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی ؒ اپنی کتاب سیفِ چشتیائی میں یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''ہم پیشن گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جوابِ سلام سے مشرف ہونا، یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی'' (سیفِ چشتیائی صفحہ ۱۰۸)۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پیشن گوئی کے بعد مرزا قادیانی چھ سال زندہ رہے مگر پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پیشن گوئی کو غلط ثابت نہ کر سکے۔ اور حج و عمرہ کی سعادت سے بے نصیب رہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ شریف میں نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔ اور قیامت کے روز نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی روضے میں سے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بیچ میں سے اٹھیں گے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴)۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو سابق یہودی عالم تھے) فرماتے ہیں کہ تورات

میں نبی کریم ﷺ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ایک جگہ دفن ہونا لکھا ہوا ہے۔ابو مودود فرماتے ہیں کہ آج بھی روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے(ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵، المستند صفحہ ۷۶)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ ابنِ مریم نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر انہیں نماز پڑھانے کی دعوت دے گا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں، اس اُمت کے اپنے لوگ ہی اس اُمت کی امامت کا حق رکھتے ہیں، اللہ نے اس اُمت کو یہ اعزاز بخشا ہے(مسلم جلدا صفحہ ۸۷ عن جابر رضی اللہ عنہ)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اے میری اُمت! تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ ابنِ مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا(بخاری جلدا صفحہ ۴۹۰، مسلم جلدا صفحہ ۸۷ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، المستند صفحہ ۷۶)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ یعنی تمہاری شان اُس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ ابنِ مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا(بیہقی کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۰۱، المستند صفحہ ۷۶)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے اور نبی کریم ﷺ کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لیے دوبارہ تشریف لانے میں نبی کریم ﷺ کی جو شان پوشیدہ ہے وہ ان تمام دلائل سے اچھی طرح واضح ہورہی ہے اور اس میں اُمتِ مسلمہ کے لیے جو اعزاز پنہاں ہے اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اللہ کریم جل شانہٗ کا ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے (الزخرف:۶۱)۔اس آیت کی ایک قرأت عَلَمٌ (ع اور ل کے زبر کے ساتھ) بھی ہے اور یہ قرأت حضرت ابنِ عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے(بغوی جلد ۴ صفحہ ۱۴۳)۔جس سے اس آیت کا مفہوم نکھر کر سامنے آگیا ہے۔اور حدیث شریف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت میں قیامت کی نشانی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کی قیامت سے پہلے تشریف آوری ہے(مسندِ احمد جلدا صفحہ ۳۱۷)۔

ظہورِ مہدی

حدیث شریف میں ہے کہ یہ اُمت کس طرح ہلاک ہوسکتی ہے۔ جس کے شروع میں مَیں ہوں، درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۸۳، المستند صفحہ ۷۰)۔

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدیؓ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ جبکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خود ہی عیسیٰ بھی ہیں اور وہی مہدی بھی ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری اس اُمت کے لیے اعزاز ہی اعزاز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مہدی میری عترت سے ہوگا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲، ابن ماجہ صفحہ ۳۰۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰، المستند صفحہ ۶۹)۔

اس حدیث میں حضرت امام مہدیؓ کا رسول اللہ ﷺ کی آل میں سے ہونا صراحۃً مذکور ہے۔ اور "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد" کے الفاظ تمام تاویلاتِ بعیدہ کا دروازہ بند کررہے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کے مُغل (مرزا) ہونے کے وجہ سے ان کی مہدویت کو پاش پاش کررہے ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے حسن کو نبی کریم ﷺ نے سید قرار دیا ہے۔ اس کی پشت میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کا ہمنام اور ہم اخلاق ہوگا مگر صورت مختلف ہوگی۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۱)۔

قادیانی حضرات اپنے مرزا قادیانی کی مہدویت کو ثابت کرنے کیلئے حدیث کا ایک ٹکڑا "لَا مَهْدِیَ اِلَّا عِیْسیٰ" پڑھ دیا کرتے ہیں۔ یعنی عیسی کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلیٰ شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِیُ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَم یعنی قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی اور اس وقت عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہ ہوگا۔

اس مکمل حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں مہدی کا

لفظ عربی زبان کے لفظ کے طور پر اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے۔اور یہاں مہدی سے مراد امام مہدی نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صفت کا حصر ذات میں جائز ہے جیسے لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اور ذات کا حصر صفت میں بھی جائز ہے جیسے مَامُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْل۔مگر ذات کا حصر ذات میں یا صفت کا حصر صفت میں نہیں ہوا کرتا۔مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے اور وہ مسیحیت اور مہدویت کی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔اگر مسیحیت اور مہدویت دونوں ان کی صفات ہوں تو لَا الْمَھْدِیُ اِلاَّ عِیْسیٰ میں صفت کا حصر صفت میں لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

شناخت

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح ابنِ مریم اور عیسیٰ ابنِ مریم کی تصریح کے ساتھ آیا ہے۔قیامت کے نزدیک نازل ہونے والے مسیح کو بھی احادیث میں وہی عیسیٰ ابنِ مریم یعنی "مریم کا بیٹا عیسیٰ" کے صاف الفاظ سے متعارف کرایا گیا ہے۔مرزا قادیانی اپنے دعوے سے مسیح تو بن بیٹھے لیکن مریم کا بیٹا بن کے دکھانا مشکل ہو گیا۔مرزا قادیانی اپنی اس مشکل کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "استعارے کے رنگ میں مجھے مریم بنایا گیا، پھر مجھے حمل ہوا، پھر مجھ سے عیسیٰ پیدا ہوا، وہ پیدا ہونے والا عیسیٰ بھی میں خود ہی تھا، اس طرح میں عیسیٰ ابنِ مریم ٹھہرا" (دیکھیے: کشتیِ نوح صفحہ ۶۸ تا۶۹)۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق میں بتایا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ جو دمشق سے مشابہت رکھتا ہے(دیکھیے: حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۳ تا ۷۳)۔

احادیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول سفید مینار کے پاس ہوگا۔ان صاحب نے اس طرح کا مینار خود آکر قادیان میں تعمیر کرالیا، اور خانہ پُری مکمل کر لی۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ حدیث شریف کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو لُد کے دروازے پر قتل کریں گے تو ان صاحب نے جواب دیا کہ لُد سے مراد لُدھیانہ ہے اور دجّال کو قتل کرنے سے مراد مخالفین کو علمی طور پر شکست دینا ہے(دیکھیے: الہدیٰ صفحہ ۹۱)۔

اور جب ان سے پوچھا گیا کہ قرآن شریف کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کو شفا دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا ثابت ہے آپ بھی یہ سارے کام کر کے اپنی مسیحیت کو ثابت کریں، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب مسمیرزم (ایک قسم کا جادو) تھا۔ اگر میں ان چیزوں کو جائز سمجھتا تو کسی طرح عیسیٰ ابنِ مریم سے کم نہ رہتا (ازالۂ اوہام صفحہ ۱۲۸)۔

فردِ واحد کے مختلف دعوے

قادیان میں جن صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہی محمد رسول اللہ ہیں (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴)۔

اور وہی مسیح ابن مریم ہیں (حقیقت الوحی و ازالۂ اوہام وغیرہ)۔

اور وہی امام مہدی ہیں (سیرت المہدی وغیرہ)۔

ان کی کتابوں میں کہیں صرف مجدد ہونے کا دعویٰ موجود ہے، کہیں باقاعدہ نبوت کا اعلان پایا جاتا ہے (ازالۂ اوہام اور ایک غلطی کا ازالہ وغیرہ)۔

اور کہیں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ’’میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘ (آسمانی فیصلہ صفحہ ۳)۔

کوئی دوسرا ان کے متضاد بیانات کو کیا سمجھے گا۔ خود ان کے ماننے والے بھی اس چکر کو نہ سمجھ سکے اور وہ دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ صرف مجددیت کا قائل ہے جسے لاہوری گروپ کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا فرقہ نبوت و مسیحیت کا قائل ہے جسے قادیانی گروپ کہا جاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو احمدیت سے خارج سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اچھا خاصا اُلجھا ہوا ہے اور ان کے مذہب میں داخل ہونے والے ایسے نئے لوگوں کے لیے سخت پریشانی کا باعث ہے، جو ذرا سی بھی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ بلکہ اب تو ان کے اپنے نوجوانوں میں بھی ہیجان اور چہ میگوئیاں شروع ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کا اپنا لٹریچر اپنے نوجوان طبقے سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور انہیں صرف بعد کا لکھا ہوا محتاط لٹریچر پڑھاتے ہیں۔

بعض قادیانیوں نے مرزا قادیانی کی ان تضاد بیانیوں سے جان چھڑانے کے لیے ان میں تطبیق دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہم نے ان کی باتوں کا بغور جائزہ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

ایسی تمام کاوشیں محض وفاداری کا ثبوت تو کہلا سکتی ہیں مگر صحیح تطبیق نہیں کہلا سکتیں۔ قادیانیوں کے لاہوری گروپ کا وجود میں آجانا اس مسئلے کے ناقابلِ حل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

☆......☆......☆......☆......☆

ضَبطُ الکَلَامِ فِی رَدِّ الغُلَامِ

ذیل کی سطور میں ہم نے قادیانیت کے موضوع پر با قاعدہ علمِ کلام کی بنیاد رکھ دی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عوام الناس بعض باتوں کو سمجھنے سے قاصر رہیں۔ لیکن دینی مدارس کے طلباء کو بطورِ نصاب اس کا پڑھایا جانا از حد مفید ہو سکتا ہے۔ اس غرض سے اگر کوئی عالمِ دین اس ''ضبط الکلام'' کو الگ چھاپنا چاہیں، یا اس کی شرح لکھنا چاہیں تو فقیر کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس موضوع پر ان کا مطالعہ وسیع ہو۔

(۱)۔ حدیث شریف کی موجودگی میں قرآن کا مفہوم لُغت سے متعین کرنا باطل ہے۔ مثلاً صلوۃ، زکوۃ، صوم، حج، خاتم اور رفع وغیرہ میں حدیث کو چھوڑ کر محض لُغت کی روشنی میں منشاء خداوندی تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ اس قرآن کی وضاحت فرمائیں (النحل: ۴۴)۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو جاننے والے قرآن کی دوسروں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ جو لوگ تم سے قرآن کے ذریعے بحث کرتے ہیں تم انہیں حدیث کے ذریعے پکڑا کرو (الشفا جلد ۲ صفحہ ۱۱)۔

(۲)۔ دلیل قطعی، عبارت النص اور محکم کے مقابلے پر اشارے، الکل یا متشابہ کے ذریعے کھینچا تانی کرنا اور محکم کو متشابہ کی طرف لوٹانا غلط ہے۔ جیسے: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے مقابلے پر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ وغیرہ سے استدلال یا آیت ختمِ نبوت کے مقابلے پر درود ابراہیمی سے استدلال۔ یہ آیات اور احادیث اس موضوع پر وارد ہی نہیں ہوئیں جس موضوع پر انہیں زبردستی چسپاں کیا جا رہا ہے۔ یہ محض ”چونکہ اس لیے“ کا چکر ہے۔ جو اس پوائنٹ کو سمجھ گیا سو سمجھ گیا اور جو پھسل گیا سو پھسل گیا۔

(۳)۔ ہم بائبل کو مُحرَّف (تبدیل شدہ) سمجھ کر اس میں نبی کریم ﷺ کی بشارات کا کھوج جس طریقے سے لگاتے ہیں وہی طریقہ قادیانیوں نے قرآن کے معاملے میں بھی شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ قرآن جیسی ط کتاب میں سے عقیدہ ثابت کرنے کیلئے تصریح اور عبارت کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۴)۔ دلیل کا دعویٰ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ قادیانی غیر مستقل نبوت کے قائل ہیں۔ جبکہ ان کی ہر دلیل سے مستقل نبوت کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔

(۵)۔ سیاق وسباق کو چھوڑ کر آیت یا حدیث کا مفہوم متعین کرنا درست نہیں۔ جیسے سنن ابنِ ماجہ کی حدیث: وَلَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسیٰ کا پہلا جملہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلیٰ شِرَارِ النَّاسِ چھوڑ دینا۔ یا صحیح بخاری میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرتے وقت حدیث بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ کا پہلا جملہ لَا وَاللّٰہِ مَا قَالَ النَّبِیُّ بِعِیْسیٰ اَحْمَرَ وَلٰکِنْ قَالَ کھا جانا۔ یا سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول مُمِیْتُکَ پیش کرتے وقت ان کے مشہور الفاظ مُقَدَّماً وَ مُؤَخَّراً ہضم کر جانا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک صریح بددیانتی ہے۔ یہاں پر سمجھدار قادیانیوں کے دماغ اٹک جانے چاہییں اور انہیں مرزا قادیانی پر سخت گرفت کرنی چاہیے۔

(۶)۔ معجزہ اور کرامت (یا خوارقِ عادت) مشکل ضرور ہوا کرتے ہیں مگر ناممکن نہیں ہوا کرتے۔ جیسے شقِ قمر، معراجِ جسمی، نزولِ آدم علیہ السلام، رفع ونزولِ مسیح علیہ السلام اور آکسیجن یا غذا کے بغیر عرصہ دراز تک زندہ رہنا وغیرہ۔ یہ خوارق بھی سنت اللہ ہی میں داخل ہیں۔ اسی لیے ان سے قرآن لبریز ہے۔ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات سے گھبرا کر ان حقائق کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً آج کے سائنسی دور نے تو ان تمام باتوں کی تصدیق بھی کرنا شروع کر دی ہے۔ اور یہ قادیانیت کے پس ماندہ (Backward) ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

(۷)۔ حقیقت متعذر نہ ہو تو مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں۔ جیسے تَوَفِّی، رَفْع، نُزُوْل، خَاتَم اور خَلَوْ میں حقیقت متعذر نہیں۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ انکارِ ختمِ نبوت کی پوری عمارت انہی چند الفاظ میں مجاز کی

بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے۔

تَوَفِّیْ کے بارے میں مرزا قادیانی کے مشہور چیلنج کا جواب یہ ہے کہ اول تو مرزا قادیانی قرآنی لفظ کے معنی معلوم کرنے میں حدیث پر عقل کو ترجیح دے رہے ہیں اور تصریح کے مقابلے پر اٹکل چلا رہے ہیں اور ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انکارِ حدیث ہی فساد کی جڑھ ہے۔ ثانیاً قرآن میں بے شمار الفاظ ایسے موجود ہیں جو صرف ایک مقام پر الگ تھلگ مفہوم دے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہر جگہ مصباح کا معنی ستارہ ہے۔ مگر سورۃ نور میں مصباح سے مراد چراغ ہے۔ قرآن میں ہر جگہ بعل سے مراد بت ہے۔ مگر سورۃ یوسف میں بعل سے مراد شوہر ہے۔ قرآن میں ہر جگہ یقین سے مراد یقین ہی ہے۔ مگر حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْن میں یقین سے مراد موت ہے۔ ثالثاً توفی بمعنی نیند اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ میں اور ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْل میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحالت نیند اٹھائے جانا تسلیم کیا جانا چاہیے۔ یہی بات تفسیر ابن کثیر، صاوی، جمل، جلالین، قرطبی، مظہری، کبیر، درمنثور، کشاف، خازن، بیضاوی، جامع البیان، معالم التنزیل، ابن جریر، بحر محیط اور النہر المہاد وغیرہ میں لکھی ہے۔ بلکہ جامع البیان صفحہ ۵۲ اور ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۶۶ پر لکھا ہے کہ اکثریت کا یہی قول ہے۔ رابعاً ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں اِذَا رَمَی الْجِمَارَ لَا یَدْرِیْ اَحَدٌ مَا لَہٗ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (الترتیب والترغیب للمنذری کتاب الحج جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)۔ اس حدیث میں اللہ فاعل ہے، بندہ مفعول ہے اور توفی از باب تفعل استعمال ہوا ہے۔ یہاں ذرا توفی کا ترجمہ موت کر کے دکھایئے۔ ہاں آخر وہی کہنا پڑے گا جو تمام اہل لغت ومفسرین نے لکھا ہے کہ اَلتَّوَفِّیْ ھُوَ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا یعنی توفی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں۔

آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں یہود سے بچا لینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں اس وعدے کا ایفاء مذکور ہے۔ اور "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ" کا لفظ "مَا دُمْتُ فِیْہِمْ" کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور محض عدم موجودگی بیان کی گئی ہے خواہ اس کی صورت کچھ بھی ہوئی ہو۔ حدیث اَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ میں بھی یہی عدم موجودگی مراد ہے اور یہی وجہ اشتراک ہے۔

واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظ توفی سے ثابت نہیں بلکہ توفی کا لفظ رفع

کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظِ رفع سے ثابت ہے۔ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ مَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یعنی یقیناً اسے یہودیوں نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا (النساء آیۃ: ۱۵۷۔۱۵۸)۔

اس آیت میں رفع کا لفظ قتل کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور ان دونوں لفظوں کے درمیان بل موجود ہے۔ یہ بل اضرابیہ ابطالیہ کہلاتا ہے اور اس کے ماقبل و مابعد میں تضاد اور مکمل تنافی کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ۔ یا اس آیت میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ اور مفہوم یہ ہے کہ قتل نہ ہوا "بلکہ" اس کا رفع ہوا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونا بذاتِ خود درجات کی بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر رفع سے مراد رفعِ درجات لی جائے تو معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید نہ ہوا بلکہ اس کے درجات بلند ہوئے۔ حالانکہ شہید ہونا اور درجات کا بلند ہونا ایک ہی چیز ہے۔ پھر شہادت کی نفی اور درجات کا اثبات کیا معنی رکھتا ہے؟

یہاں قادیانی کہتے ہیں کہ تورات کی یہ تعلیم تھی کہ مقتول لعنتی ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تورات کی تعلیم کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قتل کی نفی یعنی لعنتی موت کی نفی کی ہے اور اس کے مقابلے پر رفع کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تورات کی یہ تعلیم ہرگز نہیں تھی کہ ہر مقتول لعنتی ہوتا ہے بلکہ تعلیم یہ تھی کہ گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے (دیکھو تورات کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲۔۲۳)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بے گناہ تھے لہٰذا اگر بالفرض صلیب پر قتل بھی ہو جاتے تو لعنتی نہ بنتے۔ لہٰذا اس قتل سے مراد شہادت کی موت ہی ہے اور اسی موت کی نفی کے مقابلے پر جسمانی رفع کا اثبات کیا گیا ہے۔

یہاں پھر قادیانی کہتے ہیں کہ چونکہ یہودیوں کے خیال میں ہر مقتول لعنتی ہوتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے عقیدہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل سے بچایا اور یہود کی نظروں میں لعنتی ہونے کی بجائے درجات کی بلندی کا اعلان کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی یہ بات بے دلیل اور بے حوالہ ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ تو وہی تھا جسے ہم نے یہودیوں کی کتاب تورات سے باحوالہ نقل کر دیا ہے یعنی گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے، ہر مقتول لعنتی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہر مقتول لعنتی ہی ہوتا ہے تو پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام (جو دونوں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے)

معاذ اللہ قادیانیوں کے اس فتوے کی زد میں آجائیں گے۔ بلکہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی یہودی بے شمار انبیاء کو بے گناہ قتل کردیتے تھے۔اوراگر یہودی کسی نبی کومعاذ اللہ لعنتی سمجھتے بھی رہیں تواس سے حقیقت کی صحت پر کیااثر پڑتا ہے۔ وہ توآج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی ہی سمجھتے ہیں اوراپنی دانست میں انہیں پھانسی پر لٹکا چکے ہیں اورقادیانی خودبھی اس مسئلے میں یہود کے ہمنوا ہیں۔

یہی وہ مرکزی آیت ہے جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کی صریح دلیل ہے۔اوراسی آیت سے اپنی گردن چھڑانے کے لیے قادیانی علماء عیسائی دشمنی کے لاکھ دعووں کے باوجودموجودہ مسخ شدہ تورات کا سہارالے رہے ہیں۔تعجب ہے کہ جولوگ نبی کریم ﷺ کی متواتراحادیث کو پرکھنے کے لیے اپنے خودساختہ ترازواٹھائے پھرتے ہیں انہوں نے کئی ہزارسالہ پرانی تورات پرکس طرح اعتبارکرلیاجس کے تبدیل شدہ ہونے کا فیصلہ قرآن نے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ کے الفاظ سے دے دیاہے۔ہم قرآن سے بات کرتے ہیں اور یہ بائبل کو پیش کرتے ہیں۔ پھر بھی انہیں دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسائیت کوشکست دی۔شاید توراتی یہودیوں کی ہم نوائی کا نام انکے ہاں کسرِصلیب ہے۔

پھر یہ کہ مرزا قادیانی نے ایک مکمل کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' اس موضوع پرلکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہِ صلیب کے بعد یہود کے ہاتھوں سے بچ کر ہندوستان آگئے اورتقریباً ۹۰ سال یہاں گزارنے کے بعدوفات پائی۔

مگراس آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رفع (اسے اٹھالیا) کا ماضی چیخ چیخ کر بتارہاہے کہ رفع کا تحقق عین اسی وقت ہورہاتھاجب ابھی قتل کی سازش یاکوشش کی جارہی تھی۔رفع کی ماضویت قتل کی بہ نسبت ہے۔قرآن کہے ''قتل نہیں بلکہ رفع ہوا''۔اورمرزاقادیانی کہیں کہ اس قتل اوررفع میں ۹۰ سال کا فاصلہ ہے تو یہ تمام قادیانیوں کے لیے ٹھہرجانے اوراٹک جانے کا مقام ہے۔تدبر، انصاف اوردیانت شرط ہے۔

ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ قرآن ہمیشہ یہود ونصاریٰ کے غلط دعووں کی تردیداورصحیح دعووں کی تائیدکرتاہے۔اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے تین دعوے تھے

(ا)۔''حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے'' جبکہ قرآن نے کہا مَاقَتَلُوْهُ اسے قتل نہ کیا گیا۔

(ب)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیے گئے"۔ جبکہ قرآن نے کہا مَا صَلَبُوْہُ وہ صلیب نہ دیا گیا۔
(ج)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے"۔ مگر یہاں قرآن نے کہا رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

اب فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب کے دعووں کی نفی تو دوٹوک الفاظ میں کردی۔ لیکن ان کے آسمان پر جانے کے عقیدے کی نفی بالکل اسی انداز سے دوٹوک الفاظ میں کیوں نہ کی؟ بلکہ اُلٹا اپنی طرف اٹھالینے کا اعلان فرما کر عیسائیوں کے عقیدہ کی تائید کردی۔ اگر آپ اسے تائید نہیں مانتے تو کم ازکم اتنا تو ضرور مانیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صریح گنجائش عیسائیوں کے عقیدہ کے صحیح ہونے کی چھوڑ دی۔ یہ حسنِ تردید کے سراسر منافی ہے۔ ایسی اَشد ضرورت کے وقت بھی آسمانی رفع کی دوٹوک نفی نہ کرنا بلکہ اپنی طرف اُٹھالینے کا اعلان کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کی کھلی دلیل ہے۔

(۸)۔ نبی معصوم ہوتے ہیں جبکہ مرزا قادیانی زعمِ نبوت سے پہلے حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل تھے (براہینِ احمدیہ صفحہ ۴۹۸)۔ اور بعد میں اس عقیدے کو خود ہی گمراہی اور گناہ کہنے لگ گئے (ازالۂ اوہام وغیرہ)۔ اس پر جب اہلِ اسلام نے دوغلے پن کا اعتراض کیا تو یہ توجیہ پیش کردی کہ مجھے اگر اپنی مسیحیت کے منصوبے کا خیال ہوتا تو میں براہینِ احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا (کشتیٔ نوح صفحہ ۶۸)۔ میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہینِ احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔ وہ لکھنا جو الہامی نہ تھا۔ محض رسمی تھا (کشتیٔ نوح صفحہ ۶۹)۔

اس عبارت میں "تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہو" کے الفاظ پر غور کیجیے۔ گویا یہ سادگی کے اظہار کے لیے مرزا قادیانی کی منصوبہ بندی تھی۔ بہرحال ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی عرصہ دراز تک گمراہی میں مبتلا رہے اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کردیا۔

(۹)۔ الہام اگر قرآن وسنت واجماع کے خلاف ہو تو یہ شیطانی الہام ہے (اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ الاية) یہیں سے اکثر متنبی پھسلے ہیں۔ مثلاً شیطان کسی سے کہہ دیتا ہے کہ تو مسیح ہے۔ پھر اس پر کچھ بے تکے دلائل بھی فراہم کردیتا ہے۔ یہ دلائل کچھ لوگوں کو اپیل بھی کر جاتے ہیں اور یوں شیطان کا مشن پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ فتوحاتِ مکیہ کے باب ۸۱ میں فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کو یہ الہام ہوا تھا کہ تم مسیح ہو۔ لیکن انہوں نے اس الہام کو شریعت کی

روشنی میں پرکھ لیا اور شیطان کے فریب سے بچ گئے۔

(۱۰)۔ مرزا قادیانی بعض ایسی چیزوں کو اپنی نبوت کی دلیل بناتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمائی ہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے یہ ثبوت یکا یک پیش فرما دیے تھے۔ آپ ﷺ سے پہلے ان باتوں کو نبوت کی دلیل کبھی نہ بنایا گیا تھا۔ اب اگر مرزا قادیانی انہی دلائل کا سہارا لیں تو یقیناً یہ ان کی منصوبہ بندی پر محمول ہوگا۔ مرزا قادیانی نے فصاحت و بلاغت کو اپنی نبوت کی دلیل بنایا اور ایک کتاب اعجازِ احمدی، ثبوت کے طور پر لکھ ڈالی۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں بڑے بڑے فنکار اور نکتہ آفرین گزرے ہیں۔ ان کے قلم میں اتنا زور تھا کہ پڑھنے والا انہیں سلطان القلم کہہ دے اور ان کی تحریر میں اتنی فصاحت تھی کہ انہوں نے اپنے کلام کو قرآن کی طرح بطورِ چیلنج پیش کر دیا تھا۔

ابوطیب متنبی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنا شاعرانہ دیوان اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش کر دیا۔ ابوطیب بعد میں اپنی اس حرکت سے تائب ہو گیا۔ لیکن اس کا یہ دیوان آج بھی مسلمانوں کے درسِ نظامی میں نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور یہ دیوانِ متنبی کے نام سے مشہور ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی وہی طریقہ چرانے کی کوشش کی ہے۔

جھوٹے دعویداروں نے ہمیشہ قرآن و حدیث سے ہی اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ البتہ ان کے طریقہٴ واردات میں اُنیس بیس کا فرق ضرور رہا ہے۔

(۱۱)۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مرزا قادیانی نے آیت قَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً سے اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ آیت ہمارے نبی کریم ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ اور فرق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے ایک معروف شخصیت تھے اور لوگ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ جبکہ مرزا قادیانی زعمِ نبوت سے پہلے ایک غیر معروف اور گمنام شخصیت تھے۔ چنانچہ وہ اپنے الہام کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ اس بات کو عرصہ قریباً بیس برس کا گزر چکا ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے کوئی نہیں جانتا تھا، الہام ہوا (تریاق القلوب صفحہ ۱۲۸ ازمرزا قادیانی)۔

اور اگر اس آیت سے مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال درست ہے تو پھر وَمَا عَلَّمْنَاهُ

الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِی لَہٗ (یٰسٓ:۶۹) سے استدلال کرتے ہوئے ہم بھی مرزا قادیانی کو ان کی شاعری کی وجہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہیں۔

(۱۲)۔ قادیانیوں کا وطیرہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی خامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزا قادیانی کی ہر خامی گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی میں ثابت کرنے لگ جاتے ہیں۔اور مرزا قادیانی نے اگر کسی کو گالیاں بھی دی ہیں تو گالیاں دینے کا جواز قرآن سے پیش کرنے لگتے ہیں۔ہم حیران ہیں کہ اس وقت ان لوگوں کی غیرت کہاں چلی جاتی ہے جنہوں نے کہا تھا کہ "غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر"۔صرف ایک خطا کار شخص کو بچانے کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو خطا کار قرار دینا اور قرآن کی آیات کو گالیوں سے تعبیر کر دینا کہاں کی غیرت مندی ہے۔

(۱۳)۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کی ایک آنکھ میں واضح نقص تھا۔آج بھی ان کی تصویر دیکھ کر ان کی وجاہت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔بلاشبہ حسن وقباحت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اس معاملے میں کسی پر چوٹ کرتے وقت اللہ سے ڈرنا ضروری ہے لیکن اظہارِ حقیقت کے طور پر عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا معیارِ حسن یہ بیان فرمایا ہے کہ مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْہِ یعنی اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کا چہرہ خوبصورت نہ ہو (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)۔ گویا مرزا قادیانی کا حلیہ انبیاء علیہم السلام کے حلیہ کے بالکل برعکس ہے اور یہ بات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ مرزا قادیانی کا حلیہ دجال کے حلیہ کے موافق ہے۔چنانچہ احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ دجال "کانا" ہوگا (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳)۔

(۱۴)۔ ایک فن کی اصطلاح کو دوسرے فن سے جوڑ کر نیا مفہوم پیدا کر لینا ایمان اور دیانت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔مرزا قادیانی صوفیاء کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات کے مفہوم میں ڈھال لیتے ہیں اور لُغوی معنی کو اصطلاحی معنی میں گڈمڈ کر دیتے ہیں۔مثلاً قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف وحی کا آنا اور شہد کی مکھی کی طرف اللہ تعالیٰ کا وحی فرمانا بیان ہوا ہے۔یہاں وحی سے مراد نبوت کی وحی نہیں بلکہ الہام مراد ہے۔یہیں سے صوفیاء کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی خاص اصطلاح میں الہام کے لیے وحی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔اب مرزا قادیانی اس طرح کرتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح کو شریعت کی اصطلاح کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور صوفیاء کرام کے الہام کو وحی نبوت

ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۱۵)۔ فنائیت کی بنا پر کیا جانے والا دعویٰ بذاتِ خود دوئی اور عدمِ فنا پر دلالت کرتا ہے۔ مغائیرت ہی کی وجہ سے دعویٰ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب عملاً اس راستے سے نہیں گذرے۔

(۱۶)۔ یہ کہنا کہ عیسیٰ بن مریم سے مُراد اُن کا مثیل ہے، دمشق سے مراد قادیان ہے، لُد سے مراد لدھیانہ ہے، دجّال سے مراد فلاں پادری ہے، اور دجّال کے قتل سے مراد علمی شکست ہے، احادیث کی تصریحات کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہ اتنی باریک تاویلات ہیں کہ ایسی تاویلات کی مدد سے سیاہ کو سفید ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر اصل احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ان رکیک تاویلات کی متحمل بھی نہیں ہیں۔ تدبر شرط ہے۔

(۱۷)۔ مرزا قادیانی کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ وہ سخت فحش گو اور گالی نواز تھے۔ ان کی تہذیب اور شائستگی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

(ا)۔ ہمارے مخالف جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں (نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵)۔

(ب)۔ جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اسے ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں (انوار الاسلام صفحہ ۳۳)۔

(ج)۔ لئیم، فاسق، شیطان، لعنتی، پاگلوں کا نطفہ، خبیث، بدکارہ کا بچہ (حقیقتِ الوحی صفحہ ۱۴۔۱۵)۔

(د)۔ اپنی کتاب نور الحق میں کسی بے چارے پر باقاعدہ نمبر لگا کر ایک سے لے کر ہزار تک ''لعنت'' لکھی ہے۔ ''لعنتوں'' کا یہ سلسلہ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۲۴ تک جاری رہتا ہے (ملاحظہ ہو نور الحق صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۴ از مرزا قادیانی)۔

یہاں سے مرزا قادیانی کی نہ صرف فحش گوئی بلکہ دماغی حالت کا بھی اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

(۱۸)۔ مرزا قادیانی جہاد کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

(دُرِّثمین ازمرزا قادیانی)

نیز لکھتے ہیں: میری عمر کا اکثر حصہ سلطنتِ انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب صفحہ ۲۵ ازمرزا قادیانی)۔

اُدھر حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی صاف موجود ہے کہ مشرق سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جو جہاد کا انکار کرے گا۔ وہ گروہ جہنم کا ایندھن ہے (کنز العمال حدیث نمبر ۱۰۷۴۲)۔

بلاشبہ قادیان مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں واقع ہے اور مرزا قادیانی نے جہاد کا انکار بھی صاف صاف کر دیا ہے۔ اس حدیث کی پیش گوئی صادق آ جانے کے بعد اب اس کے انکار یا اسے ضعیف کہنے کا کوئی تک باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ "اگر کوئی ایسی حدیث جو کسی پیش گوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانے میں یا اس سے پہلے اس حدیث کی پیش گوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے مُحدّثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو" (کشتی نوح صفحہ ۸۴، ازمرزا قادیانی)۔

لہٰذا ہماری پیش کردہ جہاد والی حدیث خواہ صحیح ہو یا ضعیف ہو یا موضوع ہو، بہر حال ان کے لیے حرفِ آخر ہونی چاہیے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱۹)۔ نزولِ مسیح علیہ السلام کا اجرائے نبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: "مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جزو یا ہمارے دین کے رُکنوں میں سے کوئی رُکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کا حقیقتِ اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانے تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانے تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا (ازالۂ اوہام صفحہ ۶۲)۔

نیز مرزا قادیانی اسی کتاب "ازالۂ اوہام" میں بار بار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں

میں میرے جیسے دس ہزار مثیلِ مسیح بھی آ جائیں۔

معلوم ہوا کہ یہ صاحب اپنے ہی قول کے مطابق ایک غیر ضروری شخصیت ہیں اور انہیں نہ ماننے سے کوئی شخص کافر تو کیا گناہگار بھی نہیں ہوسکتا۔ اور انہوں نے اپنی مسیحیت کی مدعائی محض پانی میں ڈال رکھی ہے۔

(۲۰)۔ یہ لوگ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں جبکہ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں وَالْفَضْلُ مَاشَہِدَتْ بِہِ الْاَعْدَآءُ لہٰذا تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاطاً ترکِ قادیانیت میں ہی خیریت ہے۔

قادیانیت کے رَدّ میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمت اللہ کی کتاب "شمس الھدایہ" اور دوسری کتاب "سیفِ چشتیائی" اس موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فقیر راقم الحروف نے بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام کے موضوع پر "الجواب الصحیح فی حیات المسیح" نامی رسالہ تحریر کیا ہے اور یہ کتاب ضربِ خاتم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ